ڈاکٹر اصغر علی بلوچ
صدر شعبہ اردو
گورنمنٹ کالج یونیورسٹی،فیصل آباد

سید غلام بھیک نیرنگ کی شاعری میں فلسفہ ٔاخلاق

Ghulam Bheek Nairng is the prominent poet of 20th century. He was the contemporary poet of Allam Iqbal. Like Iqbal he presented ethical values, Freedom, human dignity, freedom of thought and social justice. He emphasised on religious values as well as moral values. In this article humble effort is done to depict above mentioned characteristics in his poetry.

غلام بھیک نیرنگ گورنمنٹ کالج لاہور میں حصول تعلیم کی غرض سے آئے تو علامہ اقبال، سر فضل حسین، میاں عبد العزیز، فلک پیما اور بخشی ٹیک چند جیسے نابغہ ٔ روزگار حضرات سے اُن کی راہ و رسم بڑھی جو اُن کی علمی و ادبی نشوونما میں معاون ثابت ہوئی۔غلام بھیک نیرنگ تہذیبی اصلاحی، مذہبی، مجلسی اور سیاسی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ آپ عملی سیاست میں بھی شامل رہے تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا، اہم سیاسی عہدوں پر فائز رہے اور اس کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری سے گہرا تعلق برقرار رکھا۔

غلام بھیک نیرنگ کالج کے زمانے میں لاہور کے بازار حکیماں والے تاریخی مشاعروں میں بھی شریک ہوا کرتے تھے۔۱۹۰۱ء میں جب سر عبد القادر نے رسالہ ’مخزن‘ جاری کیا تو اس میں بھی اوّلین قلمی معاونین کی حیثیت سے نیرنگ نے لکھنا شروع کیا۔وہ پنجاب کے اُن شاعروں میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے تحریک علی گڑھ سے متاثر ہو کر مقصدی اور تعمیری شاعری میں شاہکار تخلیق کیے۔بقول ڈاکٹر عبد الوحید :

> "موصوف کا شمار پنجاب کے شاعروں کے اُس گروہ سے ہے جو مولانا حالی کے بعد سر سید سے متاثر ہوئے اور جنہوں نے اُردو شاعری میں زندگی اور زندگی کے مسائل کو داخل کیا۔اس گروہ کے دوسرے حضرات علامہ اقبال، خوشی محمد ناظر، جسٹس شاہ دین ہمایوں اور سید اعجاز حسین صاحب تو پہلے ہی ہم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکے تھے۔لے دے کے ایک حضرت نیرنگ باقی تھے جن کی موت سے گویا پنجاب میں سر سید اسکول کی آخری شمع بھی بجھ گئی۔"(۱)

حقیقت یہ ہے کہ غلام بھیک نیرنگ کو اقبالؔ کی صحبت نے مقاصد کی ہم آہنگی کی وجہ سے متاثر کیا اور ان کے

ذوقِ شعری کی تربیت کی۔بقول ڈاکٹر معین الدین عقیل :

" علامہ اقبال سے رفاقت اور ذوق کی مطابقت نے نیرنگ کے ذوقِ شاعری اور مشقِ سخن میں جلا پیدا کی۔"(۲)

نیرنگ کا بیشتر کلام نظموں پر مشتمل ہے جن کا عام رنگ اصلاحی و اخلاقی ہے۔ان نظموں میں زندگی کے حقائق کو مناظر فطرت کی عکاسی کے ساتھ ساتھ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فطرت اور مقصدیت ایک دوسرے سے گھل مل گئی ہیں۔وہ عام اشیا اور موضوعات کو اس فنکاری کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ ان میں فلسفیانہ نکات کو کامیابی سے سمو دیتے ہیں۔'مرجھایا ہوا پھول'، 'تلاشِ محبت' اور 'خار' وغیرہ ان کی اس قبیل کی نظموں میں شمار ہوتی ہیں۔

'مرجھایا ہوا پھول'میں نیرنگ کا فلسفہ ٔ اخلاق یوں اُجاگر ہوتا ہے :

اے تماشائی مزے سیر چمن کے لوٹ کر
اس گل پژمردہ کی جانب ذرا کرنا نظر
یہ دکھاتا ہے اگر ہوں، عقل کی آنکھیں کھلی
کوئی دن کے ہیں سب اس دنیا کے حسن کروفر
ہوش کے کانوں سے سن یہ کہ رہا ہے صاف صاف
اس دو روزہ زندگی کو اس طرح کر تو بسر
چار سو پھیلے جہاں میں بو ترے اخلاق کی
دیکھ کر تجھ کو دلوں سے دور ہو غم کا اثر
کاٹ دے ہنس کھیل کر اس مختصر ہستی کو تو
دے خوشی سب کے دلوں کو اورنہ مت پہنچا ضرر
کل کو چھا جائے نہ اُن پر موت کی پژمردگی
التفات دوستاں کی آج ناداں قدر کر
ہے مری پژمردگی تاویل رویائے حیات
میری ایک اک پنکھڑی تفسیر آئین ممات(۳)

اسی طرح نظم 'خار' میں خار کی زبانی خاک نشینوں کی قدر دانی اور مخلوقات خدا سے مہربانی کا درس دیا گیا ہے :

راہ رو سے نہیں صحرا میں کبھی مجھ کو خلش
ہاں اگر بھائے اُسے آپ ہی غفلت کی روش
خود ہی مجھ خاک نشیں کو وہ کچل ڈالے اگر

تو کبھی اس کو بتاتا ہوں سلامت کی ڈگر

سیکڑوں مور و ملخ وہ تو کچل دیتا ہے
یوں ہی چٹکی سی کبھی بندہ بھی لے لیتا ہے
اس سے ہے نیند سے رہرو کو جگانا مقصود
قدر ہے خاک نشینوں کی بتانا مقصود
اس سے کیا بڑھ کے کروں کام میں انسانوں کا؟
میں نگہبان ہوں کھیتوں کا، خیابانوں کا
یوں مری قدر کو جانے کہ نہ جانے کوئی
میرے احسان کو مانے کہ نہ مانے کوئی(۴)

نیرنگؔ کے ہاں فطرت نگاری کا واضح رجحان ملتا ہے لیکن اس رجحان میں بھی اُن کی اخلاقی دردمندی، انسان دوستی اور اصلاحی فکر کا پہلو نظر آتا ہے۔ان کی ایک نظم "کوہستان کا نظارہ" کے چند شعر ملاحظہ ہوں :

ہائے اُس حسن کے مسکن میں بھی آفت ہے وہی
اس گلستاں میں بھی انساں کی مصیبت ہے وہی
پیش ہر وقت وہی پیٹ کا دھندا اُس کو
جبر حالات کا ہر دم وہی رونا اُس کو
وہی غربت، وہی ذلت ہے مقدر اُس کا
وہی حرماں، وہی حسرت ہے مقدر اُس کا(۵)

غلام بھیک نیرنگ نے اقبالؔ سے فکری اکتساب کیا ہے اور اُن کے ہاں اسلام کی روح کے مطابق انسانی زندگی میں انقلاب لانے کا نظریہ ملتا ہے اس کے علاوہ ان کی قومی نظموں کا مزاج بھی اقبال سے بہت ملتا جلتا ہے اور دونوں نے اپنی چند مشہور نظمیں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں پیش کی ہیں۔بقول اصغر حسین نظر لدھیانوی :

" انہوں نے بھی علامہ اقبال کی طرح اکثر قومی نظمیں حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں پڑھیں۔ "(۶)

اُن کی قومی نوعیت کی نظموں میں مسلمانوں کی بیداری، حریت پسندی اور اصلاح کا پیغام ملتا ہے ، اُن کا ایک ایسا ہی پیغام ان کی نظم 'شرط زندگی' میں یوں دیا گیا ہے :

تو اگر مسلم ہے تو اسلام تیری روح ہے

بڑھتے رہنا روح کا ہے تیرا سامانِ بقا(۷)

"انجمن حمایت اسلام" کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۷ اپریل ۱۹۱۷ء کو انہوں نے اپنی اہم نظم 'پیغامِ عمل' سنائی جس میں ملتِ بیضا کو بیدار کرنے کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ہم نفسِ عہد سلف کی یاد خوانی ہو چکی
چھوڑ اس قصے کو، رنگیں داستانی ہو چکی
گردشِ دوراں کا شکوہ بخت واژوں کا گلہ
داستانِ انقلابِ دارِ فانی ہو چکی
تابکے آخر رہے گا شغلِ یاد رفتگاں
دَور ماضی کی بہت کچھ نوحہ خوانی ہو چکی
کام کے میدان کی اب کھایئے چل کر ہوا
یعنی سیر باغ الفاظ و معانی ہو چکی(۸)

کلامِ بھیک نیرنگ کی ایک اور نظم 'دعوت عمل' پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کہتے ہیں :

"نیرنگ نے 'دعوت عمل' میں قوم کو اس کی بدحالی کا مرقع دکھا کر اسے اُبھارنے کے لیے بڑا دل نشیں پیرایہ اختیار کیا ہے۔" (۹)

اس طرح اُن کی نظم 'آہنگ عمل' جو نیرنگ نے ۱۹۱۸ء میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کے بتیسویں اجلاس میں بمقام سورت پڑھی، اپنے فکری اور انقلابی پیغام کی وجہ سے بہت مشہور ہوئی۔بقول نیرنگ :

"اِس نظم کے سوز و گداز نے مسلمانانِ سورت کے مردہ دلوں میں ہیجان پیدا کر دیا ہر شعر پر نعرۂ تحسین بلند ہوا۔"(۱۰)

یہ نظم ایک پمفلٹ کی صورت میں شائع ہوئی اور واقعی 'آہنگ عمل' کا پیغام ثابت ہوئی۔چند اشعار ملاحظہ ہوں:

تجھے اے بلبل رنگیں نوا! سوجھی ہے گانے کی
مگر مجھ کو پڑی ہے فکر تیرے آشیانے کی
کبھی سوجھا بھی ہے تجھ کو کہ اب رنگ چمن کیا ہے
کبھی سوچا بھی ہے تو نے ہوا ہے کیا زمانے کی
یہ گلچیں ، باغباں ، صیاد یہ تیرے کرم فرما
لیے بیٹھے ہیں دل میں حسرتیں تیرے مٹانے کی

مگر اک تو ہی غافل ہے مآل کارِ گلشن سے
ترے حصے میں آئیں غفلتیں سارے زمانے کی
پرانے برگ و گل سب چھانٹے جائیں گے خیاباں سے
لگی ہے باغباں کو دُھن نیا گلشن سجانے کی
اگر گلشن میں رہنا ہے بدل لے تو بھی ڈھنگ اپنا
سماعت اب نہیں ہوگی کسی حیلے بہانے کی(۱۱)

نیرنگ کے کلام سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ملی اور قومی واقعات و موضوعات اور حقائق حیات کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مناظر فطرت کی عکاسی میں بھی والہانہ پن کا اظہار کرتے ہیں۔فصل بہار، نیرنگ شفق، چاندنی اور بادل، بھونرا، باطن، کوہستان کا نظارہ وغیرہ ان کی اس قبیل کی نظمیں ہیں جن میں فطرت کی دلکشی کا خوبصورت بیان ملتا ہے۔

نیرنگ کی جدید، نیچرل، مقصدی اور اصلاحی شاعری کو سراہتے ہوئے ڈاکٹر عبد الوحید کہتے ہیں :

" غلام بھیک نیرنگ ایک فطری شاعر تھے اور انہوں نے اُردو شاعری کے جدید رجحانات سے متاثر ہو کر نیچرل شاعری کے جو نمونے چھوڑے ہیں وہ ایک ایسی مسلمہ اہمیت کے مالک ہیں کہ انہیں فراموش کر دینا نہ صرف شاعر کے ساتھ بلکہ خود اُردو شاعری کے ساتھ بڑی نا انصافی ہے۔"(۱۲)

جہاں تک اُن کی شاعری کا اقبال سے متاثر ہونے کا تعلق ہے یہ امر واقعی اہمیت کا حامل ہے کہ انہوں نے صحبتِ اقبال سے فیض اُٹھایا لیکن قومی کاموں کی طرف زیادہ توجہ دینے کی وجہ سے ان کی شاعری کے جوہر کھل کر سامنے نہ آسکے۔بقول محمد عبد اللہ قریشی :

" اگر وہ اقبال کے شانہ بشانہ چل کر اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو پوری طرح بروئے کار لاتے تو دوسرے اقبال ہوتے۔اقبال نے انہیں اپنا ہم نوا بے وجہ نہیں کہا تھا۔

نادر و نیرنگ ہیں اقبال میرے ہم صفیر
ہے اسی تثلیث فی التوحید کا سودا مجھے(۱۳)

مختصر یہ ہے کہ غلام بھیک نیرنگ نے قومی آہنگ کے ساتھ جو رزمیہ لکھا ہے وہ اُن کی آواز کو ادبی ایوانوں میں اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔اُن کے فلسفہٗ اخلاق میں قومی شاعروں کے تصور انسان، آزادی، حریت، انقلاب اور اسلامی نظریات جیسی اقدار شامل ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالوحید(مرتب)،جدید شعرائے اُردو، لاہور:فیروز سنز،س۔ن، ص ۳۷۷
۲۔ ڈاکٹر معین الدین عقیل(مرتب)۔کلامِ نیرنگ،کراچی:مکتبہ اسلوب ۱۹۸۳ء، ص ۳۵
۳۔ غلام بھیک نیرنگ،کلامِ نیرنگ، مرتبہ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ص ۸۲
۴۔ ایضاً،ص ۶۸
۵۔ ایضاً،ص ۱۰۶
۶۔ اصغر حسین خان نظرلدھیانوی،تذکرہ شعرائے اُردو،لاہور:عشرت پبلشنگ ہاؤس،۱۹۵۳ء، ص ۳۶
۷۔ غلام بھیک نیرنگ۔کلامِ نیرنگ،ص ۱۶۷
۸۔ ایضاً،ص ۱۷۶
۹۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ہندوستان کی تحریکِ آزادی اور اُردو شاعری، لاہور :سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۵ء ،ص ۳۸۹
۱۰۔ سیّد غلام بھیک نیرنگ۔تمہید، آہنگِ عمل، لاہور:مرغوب ایجنسی، س۔ن، ص ۲
۱۱۔ ایضاً،ص ۴۔۳
۱۲۔ عبدالوحید۔جدید شعرائے اُردو،ص ۳۷۷
۱۳۔ محمد عبداللہ قریشی۔معاصرین، اقبال کی نظر میں،لاہور:مجلس ترقی ادب۱۹۷۷ء، ص ۸۵